امام شاطبیؒ کے بدعت کے موقف کا تحقیقی مطالعہ

A CRITICAL STUDY OF IMAM SHATIBI'S VIEW OF BIDAH (REPREHENSIBLE INNOVATION)

محمد شاہد خان* ڈاکٹر منظور احمد**

Abstract:
The Quran and Sunnah of the Prophet Muhammad (peace be upon him) guide Muslims how to live and interact with each other in all spheres of life. Both dogma and practices are completed described. Muslims are advised to follow the tradition of the Prophet Muhammad and his companions. Therefore, the ideas or practices which are contrary to the Prophetic traditions are prohibited. The matters which are not in the tradition are bidah (innovations) and not recommended for practice. According to the lexical meaning, every new work whether it is good or bad, righteous or corrupt is said to be innovation. For this reason, the Islamic scholars have divided innovation. That's why without any discrimination innovation is considered as one unit and every new work that is invented after the era of the Prophet Muhammad and His followers, is not declared in disgrace, haram and misguidance. Imam Shatibi is one of the scholars who evaluated the concept of Bidah and elaborated its various forms and levels.
Keywords: Imam Shatibi, Bidah, Tradition, Innovation, Islamic fiqh

امام ابواسحاق شاطبیؒ ساتویں صدی ہجری کے فقہ مالکی کے عظیم مجتہد تھے۔امام شاطبیؒ کا زمانہ علمی اعتبار سے عروج پر تھا۔امام شاطبیؒ کو اپنے زمانے میں امام علامہ ابو عبداللہ المقری رحمہ اللہ اور امام جلیل ابن مرزوق جیسے یکتائے روزگار اساتذہ سے استفادہ کا شرف حاصل ہوا۔انہوں نے اسلام کے مختلف موضوعات پر اہم کتب لکھیں اور فقہ مالکی میں نام پیدا کیا۔

امام شاطبیؒ کا پورا نام ابراھیم بن موسیٰ بن محمد تھا۔آپ بنو لخم کے خاندان کے چشم وچراغ تھے،بنو لخم کا سلسلہ حضرت ابراہیم سے جاملتاہے اور ایک روایت کی رو سے حضرت یوسف علیہ السلام کو جب ان کے بھائیوں نے کنوئیں میں پھینکا توانہیں جس شخص نے کنوئیں سے نکالا وہ ایک لخمی تھا۔بنو لخم کا سلسلہ نصب یوں ہے۔بنو لخم بن

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، گومل یونیورسٹی، ڈیرہ اسماعیل خان
** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، گومل یونیورسٹی، ڈیرہ اسماعیل خان

عدی بن الحارث بن مرہ بن اود بن زید بن یشجب بن عریب بن زید بن کھلان بن سبا۔ آپ کی نسبت الغرناطی، المالکی اور الشاطبیؒ اور کنیت ابواسحاق تھی۔"[۱]

امام شاطبیؒ کی تاریخ پیدائش اور جائے پیدائش کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا، مشہور سوانح نگار محمد بن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ لکھتے ہیں:

"ان تاریخ پیدائش مجھے معلوم نہ ہو سکی۔"

ان دو نسبتوں میں سے ایک نسبت الشاطبیؒ ہے جو کہ اندلس کے مشہور شہر "شاطبہ" کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ بذات خود شاطبہ میں پیدا ہوئے یا پھر ان مہاجرین کی اولاد میں تھے جو شاطبہ سے نقل مکانی کر کے "غرناطہ" میں آ کر آباد ہوئے۔"[۲]

آپ کے اساتذہ کرام میں وقت کے بڑے بڑے جید علماء شامل ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ امام ابن الفخار الابیری رحمہ اللہ۔ امام شاطبیؒ ان کی وفات تک ساتھ رہے۔

۲۔ ماہر علوم لسانیہ، ابوالقاسم شارح مقصور حازم

۳۔ امام عصر ابوعبداللہ التلمسانی

۴۔ امام علامہ ابوعبداللہ المقری

۵۔ قطب الدائرہ شیخ ابوسعید بن لب

۶۔ امام جلیل ابن مرزوق

۷۔ ابوعلی منصور بن محمد الزداوی

۸۔ علامہ مفسر ابوعبداللہ البلنسی

۹۔ الحاج علامہ الخطیب ابوجعفر الشقوری

۱۰۔ ابوالعباس القباب

۱۱۔ ابوعبداللہ الحفار"[۳]

ان کے شاگردوں کی فہرست میں جو چند نام محفوظ رہ سکے ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ ابویحییٰ بن عاصم ۲۔ القاضی المؤلف ابی بکر بن عاصم ۳۔ شیخ ابوعبداللہ البیانی"[۴]

امام شاطبیؒ مکمل طور پر اسلاف کا نمونہ تھے۔ وہ سنت کی اتباع کرنے والے، متقی، پرہیزگار، عابد وزاہد اور قاطع بدعت بزرگ تھے اور بدعت پرستوں سے دوستی اور تعلق رکھنا گوارہ نہیں فرماتے تھے۔ بدعت پرستوں انہیں جو نفرت تھی اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کی زندگی میں انہیں اس گورہ کی طرف سے سخت ابتلا اور

آزمائش کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر ان کے پائے استقامت میں تزلزل پیدا نہ ہوا۔ اس موقع پر آپ نے جو اشعار کہتے ان میں آپ فرماتے ہیں:

بلیت یا قومی والبلوای منوعة بمن اررية حتى كاريردينى
دفع لمضرةلاجلباًلمصلحة فحسى االلهفى عقلى وفى دينى

''اے میری قوم میں طرح طرح کی آزمائشوں میں مبتلا کیا گیا ہوں۔ یہاں تک کہ قریب تھا کہ وہ مجھے ہلاک کر دیں۔ میرا مقصد دفع مضرت ہے۔ جلب مصلحت نہیں۔ اللہ تعالیٰ میری عقل اور میرے دین میں مجھے کافی ہے۔''(۵)

امام شاطبیؒ کی زندگی کا اکثر حصہ درس وتدریس، علمی مباحث، مسائل کے استنباط اور افتاء وغیرہ کی مصروفیت میں گزرا۔ کم عمری میں بڑے بڑے علماء پر فائق سمجھے جاتے تھے۔ ان کی عادت تھی کہ وہ اہم مسائل میں اپنے شیوخ سے بحث مناظرہ کر کے ایک رائے قائم کرتے تھے۔ ان کی تمام تصانیف نہایت ہی عمدہ اور ان کی مہارت علمی کا منہ بولتا ثبوت ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔الاعتصام

ان کی یہ اہم تصنیف علم توحید اور علم عقائد کے موضوع پر مشتمل ہے۔ جس کے کل دس ابواب ہیں ان کا مقدمہ سید رشید رضا مصری نے لکھا ہے اور یہ عظیم الشان کتاب دار الکتب العربیہ قاہرہ سے تین حصوں میں طبع ہو چکی ہے۔

۲۔الموافقات

اس کا نام، عنوان التعریف باسرار (یا باصول) التکلیف ہے جو اصول فقہ میں جامعیت کی حامل ہے۔ اس کتاب کا اردو میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ یہ کتاب مطبع دولت التونسیہ تونس سے چار جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔

۳۔شرح علی الخلاصہ

اس کتاب کا موضوع علم نحو تھا۔ کتاب اصول نحو شیخ جمال الدین کی الفیہ کا دوسرا نام ہے۔ جس کی متعدد علماء نے شروع لکھی ہیں۔ ان میں امام شاطبیؒ کی شرح بھی شامل ہے۔ جو چار بڑی جلدوں میں تھی۔ مگر اس وقت اس کا کسی کتب خانے میں موجود ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ جس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کتاب مصنف کی زندگی میں ہی ضائع ہو گئی تھی۔

۴۔عنوان الاتفاق فی علم الاشتقاق

یہ کتاب علم الصرف کے موضوع پر لکھی گئی تھی جو مصنف کی زندگی میں ہی ضائع ہو گئی۔

۵۔ کتاب المجالس

یہ کتاب امام شاطبیؒ نے اپنے مخصوص انداز میں بخاری کی کتاب البیوع کی شرح لکھی تھی۔

۶۔ کتاب الافادات والانشادات

امام شاطبیؒ کی یہ کتاب دو کراسوں میں ہے اس میں ادبی لطائف اور نکات بیان کیے گئے ہیں۔"(۶)

ان کی وفات بروز بدھ ۸ شعبان ۷۹۰ ہجری میں ہوئی اور غرناطہ کی خاک میں اسودہ ہوئے۔"(۷)

بدعت کا لغوی معنی

امام شاطبیؒ کے نزدیک بدعت کا موقف بیان کرنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ ائمہ لغت نے اس کو کس مفہوم میں استعمال کیا ہے۔"البِدعۃ"عربی زبان کا لفظ ہے جو "بدَعَ" سے مشتق ہے اس کا معنی کسی سابقہ مادہ، اصل، مثال، نمونہ یا وجود کے بغیر کوئی نئی چیز ایجاد کرنا ہے۔ دوسرے معنوں میں کسی چیز کو نیست سے ہست کرنے اور عدم محض سے وجود میں لانے کو عربی زبان میں "اِبدع" کہتے ہیں۔

شیخ راغب اصفہانیؒ متوفی ۵۰۲ھ بدعت کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"انشاء صنعۃ بلااحتذاء واقتداء،واذا استعمل فی اللہ تعالی فھو ایجاد الشی ء بغیر آلۃ ولامادۃ ولازمان ولا مکان،ولیس ذلک الااللہ"(۸)

(کسی چیز کو ابتداءً کسی مثال کے بغیر بنانا اور جب اس کا استعمال اللہ تعالیٰ کے لیے ہو تو اس کا معنی ہے کسی چیز کو بغیر آلہ، بغیر زمان و مکان کے بنانا۔)

شیخ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقیؒ متوفی ۷۱۱ھ بدعت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"البدعۃ:الحدث وما ابتدع من الدین بعد الاکمال"(۹)

(بدعت کا معنی ہے: حدث، نیا کام، دین کے مکمل ہونے کے بعد اس میں کوئی نئی چیز نکالی جائے۔)

شیخ خلیل احمد فراھیدیؒ متوفی ۷۸۶ھ بدعت کے بارے میں قمطراز ہیں:

"احداث شییء لم یکن لہ من قبل خلق ولا ذکر ولا معرفۃ"(۱۰)

(بدعت سے مراد کسی ایسی چیز کا ایجاد کرنا ہے کہ اس سے قبل نہ وہ چیز تخلیق گی گئی ہو نہ ہی اس کا ذکر اور معروف ہو۔)

شیخ ابن فارسؒ متوفی ۴۰۰ھ بدعت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"ابتداء الشیء وصنعہ لاعن مثال"(۱۱)

(کسی سابقہ مثال کے بغیر کسی چیز کا آغاز کرنا یا بنانا بدعت کہلاتا ہے۔)

سید محمد مرتضیٰ زبیدیؒ متوفی ۱۲۰۵ھ بدعت کا معنی بیان کرتے ہیں لکھتے ہیں:

"کما یقال جئت بامر بدیع ای محدث عجیب،لم یعرف قبل ذالک"(۱۲)

(جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ میں ایک نیا کام لایا یعنی ایسی عجیب جدت جو اس سے قبل معروف نہ تھی۔)

لوئس معلوف متوفی ۱۳۶۵ھ المنجد میں بدعت کا لغوی معنی اس طرح بیان کرتے ہیں:

"اخترعہ وصنعہ لاعلی مثال"(۱۳)

(بدعت کا معنی کسی سابقہ مثال کے بغیر کوئی نئی چیز ایجاد کرنا اور بنانا ہے۔)

مندرجہ بالا تعریفات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عربی میں بدعت کا مادہ: با، دال، عین، جب یہ تینوں حروف اسی ترتیب کے ساتھ اکٹھے استعمال ہوں تو ان کا معنی یہ ہوگا کہ کسی چیز کی ابتداء یا بغیر کسی نمونے کے کوئی چیز بنانا۔ ایک تو یہ کہ وہ چیز پہلے نہ تھی نئے سرے سے اس کو بنایا جارہا ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ اس کا ڈھانچہ پہلے نہیں تھا تو اس طرح لفظ بدعت کا لغوی معنی یہ ہوا کہ کوئی ایسی چیز معرض وجود میں لانا جس کا ڈھانچہ پہلے موجود نہ ہو اور اس کو بغیر کسی سابقہ مثال کے ایک وجود دینا، ایجاد کرنا بدعت ہے۔

بدعت کا اصطلاحی معنی

شیخ ابو عبداللہ محمد بن احمد القرطبیؒ متوفی ۶۶۸ھ بدعت کا معنی اس طرح بیان کرتے ہیں:

"وان کانت فی خلاف ماامراللہ بہ ورسولہ فھی فی حیّزالذم والانکار"(۱۴)

(اگر وہ بدعت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے خلاف ہو تو وہ مقام ذم میں ہوگی۔)

شیخ علی بن احمد ابن حزم الاندلسیؒ متوفی ۴۵۶ھ بدعت کی تعریف اس طرح سے بیان کرتے ہیں:

"والبدعۃ کل ماقیل او فعل مما لیس لہ اصل فیما نسب الیہ ﷺ وھو فی الدین"(۱۵)

(بدعت ہر اس قول و فعل کو کہتے ہیں جس کی کوئی دین میں اصل نہ ہو اور اسکی نسبت حضور ﷺ کی طرف کی جائے۔)

شیخ ابو حامد محمد بن محمد الغزالیؒ متوفی ۵۰۵ھ کے نزدیک وہ کام ہے جس سے شریعت کا کوئی حکم ختم ہو جاتا ہو۔ چنانچہ بدعت کی تعریف اس طرح بیان کرتے ہیں:

"المنھی بدعۃ تضاد سنۃ ثابتۃ و ترفع امرا من الشرع مع بقاء

علتہ"(۱۶)

(ممنوع بدعت وہ ہوتی جو سنت ثابتہ سے متضاد ہو اور اس سنت کی علت کے ہوتے ہوئے امر شریعت کو اٹھا دے۔)

شیخ عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسلامؒ متوفی ۶۶۰ھ بدعت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"البدعۃ فعل مالم یعھد فی عصر رسول اللہ ﷺ"(۱۷)

(بدعت سے مراد وہ فعل ہے جو حضور ﷺ کے زمانے میں نہ کیا گیا ہو۔)

شیخ ابوزکریا محی الدین بن شرف النوویؒ متوفی ۶۷۶ھ بدعت کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"البدعۃ فی الشرع ھی احداث مالم یکن فی عھد رسول اللہ ﷺ"(۱۸)

(شریعت میں بدعت سے مراد وہ امور ہیں جو حضور ﷺ کے زمانے میں نہ تھے۔)

شیخ تقی الدین احمد بن عبدالعلیم ابن تیمیہؒ متوفی ۷۲۸ھ بدعت کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

"فان البدعۃ الشریعۃالتی ھی ضلالۃ مافعل بغیر دلیل شرعی"(۱۹)

(بدعت شرعی وہ گمراہی ہے جو دلیل شرعی کے بغیر سرانجام دی جائے۔)

مذکورہ بالا بدعت کی اصطلاحی تعریفات سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ ہر وہ نیا کام جس کی کوئی شرعی دلیل پہلے سے کتاب وسنت اور آثار صحابہ میں موجود نہ ہو وہ بدعت ہے۔ لیکن ہر بدعت غیر پسندیدہ یا ناجائز نہیں ہوتی صرف وہ بدعت ناجائز ہوتی ہے جو کتاب وسنت اور شریعت کے واضح احکامات کے خلاف ہوتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ بدعت ضلالت اس عمل کو کہتے ہیں جو واضح طور پر کسی متعین سنت کے ترک کا باعث بنے اور جس عمل سے کوئی سنت ترک نہ اور وہ ناجائز نہیں بلکہ مباح ہے۔ اس طرح یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ ہر نئے کام کو بدعت کہہ کر مطعون کرنا بالکل درست نہیں ہے۔ بلکہ صرف اسی کام کو ہی بدعت کہا جائے گا جس سے کسی سنت کا ترک لازم آتا ہو یا وہ شریعت کے کسی حکم کے خلاف ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ قرآن وحدیث کے کسی حکم سے نہ ٹکراتی ہو تو وہ مباح اور جائز ہے۔ اسے محض بدعت یعنی نیا کام ہونے کی بنا مکروہ یا حرام کہہ دینا یہ قرآن وسنت کے ساتھ انصاف نہیں ہے۔

بدعت قرآن حکیم کی روشنی میں

﴿بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَاِذَاقَضٰىٓ اَمْرًافَاِنَّمَايَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ (۲۰)

(وہی آسمانوں اور زمین کو (عدم سے) وجود میں لانے والا ہے۔ وہ جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو صرف اتنا فرماتا ہے کہ ہو جا، پس وہ ہو جاتا ہے۔)

﴿بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط﴾(۲۱)

(وہ (اللہ ہی ہے جو) آسمانوں اور زمینوں کا وجود میں لانے والا ہے۔)

﴿مَاكُنْتَ بِدْعًامِّنَ الرُّسُلِ﴾(۲۲)

(آپ فرمادیں میں کوئی پہلا رسول نہیں آیا (بلکہ پہلے بھی رسول آئے ہیں۔)

﴿وَرِهْبَانِيَّةَ نِ ابْتَدَعُوْهَامَاكَتَبْنٰهَاعَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللهِ فَمَارَعَوْهَاحَقَّ رِعَايَتِهَا﴾(۲۳)

(اور رہبانیت (دنیا کو ترک کر کے اللہ کی عبادت کرنا) کی بدعت انہوں نے خود ایجاد کر لی تھی، اسے ہم نے ان پر فرض نہیں کیا تھا، مگر (انہوں نے یہ بدعت) محض اللہ تعالی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے (ایجاد کی تھی) پھر اس پر استقامت کو جو حق تھے وہ اسی طرح اس کے حق کی رعائیت نہ کر سکے۔)

مندرجہ بالا آیات کریمہ سے واضح ہو گیا کہ زمین و آسمان کے پیدا کرنے کا ہر مرحلہ بدعت ہے اور اسے عدم سے وجود میں لانے والی ذات باری تعالیٰ بدیع ہے۔

بدعت احادیث مبارکہ کی روشنی میں

"عن عائشۃ قالت :قال رسول اللہ ﷺ :''من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھورد''(۲۴)

(ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو ہمارے دین میں کوئی ایسی نئی بات پیدا کرے جو اس کے خلاف ہو تو وہ مردود ہے۔)

"عن عائشۃ قالت :قال رسول اللہ ﷺ : ''من احدث فی امرنا ھذا مالیس فیہ فھورد''(۲۵)

(ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو ہمارے دین میں کوئی ایسی نئی بات پیدا کرے جو اصلاً اس کے خلاف ہو تو وہ مردود ہے۔)

"عن عائشۃ قالت :قال رسول اللہ ﷺ :'' من عمل عملاًمَا لیس علیہ امرنا فھورد''(۲۶)

(ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہمارے کسی حکم کے خلاف تھا تو وہ مردود ہے۔)

''عَنْ جَرِيْرٍرَضِىَ اُللهُ عَنْہ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ:'' مَنْ سَنَّ فِىْ الْاَسْلَامِ سُنَّۃً حَسَنَۃً فَلَہٗ اَجْرُهَا وَاَجَرُ مَنْ عَمِلَ بِہَا مِنْ بعَدِهٖ مِنْ غَيْرَ اَنْ يَّنْقُصَ

مِنْ أُجُوْرِ هِمْ شَيئٌ وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيْءةًكَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وِرُمَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ اِنْ يَّنْقُصَ مِنْ اَوْذَارِ هِمْ شَيْء ''(۲۷)

(حضرت جریرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا اسے اپنے اس عمل کا ثواب ملے گا اور ان لوگوں کے عملوں کا بھی ثواب ملے گا جو اس کے اس طریقہ پر عمل کریں گے اور عمل کرنے والے کے اجر سے ذرہ برابر بھی کمی نہیں کی جائے گی اور جس شخص نے اسلام میں برا طریقہ ایجاد کیا پھر اس کے بعد اس برے طریقہ پر عمل بھی کیا گیا تو جتنا گناہ عمل کرنے والے کو ملے گا اتنا ہی گناہ اس طریقہ کے ایجاد کرنے والے کو ملے گا اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں کی جائے گی۔)

''خرجت مع عمر بن الخطابؓ لیلۃ فی رمضان الی المسجد فاذا لناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسہ ویصلی الرجل فیصلی بصلاتۃ الرھط،فقال عمرؓ انی اری لوجمعت ھولاء علی قاری واحد لکان امثل ثم عزم فجمعھم علی ابی ابن کعب ثم خرجت معہ لیلۃ أخری والناس یصلون بصلوۃ قارءھم،قال عمرؓ نعم البدعۃ ھذہ''(۲۸)

(میں حضرت عمرؓ کے ساتھ رمضان کی ایک رات مسجد کی طرف نکلا تو لوگ متفرق تھے ایک آدمی تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور ایک آدمی گروہ۔ آپؓ نے فرمایا کہ میرے خیال میں انہیں ایک قاری کے پیچھے جمع کر دیا جائے تو اچھا ہو گا، پس آپؓ نے ابی بن کعب کے پیچھے سب کو جمع کر دیا۔ پھر میں دوسری رات کو ان کے ساتھ نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ کتنی اچھی بدعت ہے۔)

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ میں اَحْدَثَ،مَالَیْسَ مِنْہُ،مَالِیسَ فِیْہِ کے الفاظ توجہ طلب ہیں۔ عرف عام میں احدث کا معنی ''دین میں کوئی چیز ایجاد کرنا'' ہے اور مالیس سے مراد جو دین میں نہ ہو، حدیث کے اس مفہوم سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر احدث سے مراد ''دین میں کوئی نئی چیز پیدا کرنا'' ہے تو مالیس منہ (جو اس میں سے نہ ہو) یا مالیس فیہ (جو اس میں اصلاً نہ ہو) فرمانے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ کیونکہ اگر وہ چیز دین میں سے تھی یعنی دین کا حصہ تھی تو اسے نئی نہیں کہا جا سکتا کہ محدثہ (نئی چیز) کو ہی کہتے ہیں۔ جو پہلے دین میں موجود نہ ہو ۔اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث پر غور کرنے سے یہ مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ ہر نیا کام مردود نہیں بلکہ وہ نیا کام مردود ہو گا جو دین کے خلاف ہو گا اور جو نیا کام دین کے دائرے میں داخل ہو وہ مردود نہیں گا۔من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ/ فھورد کا اطلاق نہ صرف مَالَیْسَ مِنْہُ پر ہوتا ہے بلکہ اسکا صحیح اطلاق اس صورت پر ہو گا جہاں دونوں چیزیں اَحْدَثَ،اور مَالَیسَ فِیْہِ جمع ہو جائیں یعنی مردود وہی عمل ہو گا جو نیا بھی ہو اور جس کی کوئی مثال یا دلیل بھی دین

کے خلاف ہو اور جس کی کوئی مثال یا دلیل دین کے خلاف نہ ہو تو وہ جائز گا۔ پس محدثہ کے بدعت اور گمراہی قرار دینے کے لیئے دو شرائط سامنے آگئی۔

نمبر ۱: دین میں اسکی کوئی اصل، مثال یا دلیل موجود نہ ہو۔

نمبر ۲: یہ محدثہ نہ صرف دین کے مخالف ہو بلکہ دین کی نفی کرے اور احکام سنت کے خلاف بھی ہو۔

مذکورہ بالا تیسری حدیث شریف میں مالیس علیہ امرنا سے عام طور پر یہ مراد لیا جاتا ہے کہ کوئی بھی کام خواہ وہ اچھا ہی کیوں نہ ہو اگر قرآن وسنت سے کوئی دلیل موجود نہ ہو تو یہ بدعت اور مردود ہے۔ یہ مفہوم بالکل غلط اور لاعلمی پر مبنی ہے کیوں کہ اگر یہ معنی مراد لیا جائے تو جس کام کے کرنے پر امر قرآن وسنت نہ ہو وہ مردود اور حرام ہے تو پھر شریعت کے جملہ مباحات بھی قابل رد ہوں گے۔

مذکورہ بالا احادیث کا حاصل یہ ہے کہ ہر نیا کام مردود نہیں بلکہ صرف وہ کام مردود ہوگا جس کی کوئی اصل، قرآن وسنت میں نہ ہو اور اسے ضروریات دین، واجبات اسلام اور اساسی عقائد شریعت میں اس طرح شمار کر لیا جائے کہ اسے اساسیات دین میں اضافہ سمجھا جانے لگے یا اس سے دین اسلام کے بنیادی اصولوں میں اصلاً کمی بیشی واقع ہو جائے، آپ ﷺ کے فرمان۔ کل بدعۃ ضلالۃ سے بھی یہی بدعت مراد ہے، نہ کہ ہر نئے کام کو "ضلالۃ" کہا جائے گا۔ یہی احداث فی الدین، اسلام کی مخالفت اور دین میں فتنہ تصور ہوگا۔

امام شاطبیؒ کے بدعت کے موقف کا تحقیقی مطالعہ

امام ابو اسحاق شاطبیؒ بدعت کا مفہوم اور بدعت کی تقسیم ان الفاظ میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"هذاالباب يضطرالى الكلام فيه عند النظر فيماهوبدعة وما ليس ببدعة فان كثيراً من الناس عدوا اكثر المصالح المسرسلة بدعاًونسبوهاالى الصحابة والتابعين وجعلوها حجة فيماذهبوااليه من اختراع العبادات وقوم جعلواالبدع تنقسم باقسام احكام الشريعة ۔فقالوا:ان منها ماهواواجب ومندوب ،وعدوامن الواجب كتب المصحف وغيره،ومن المندوب الاجتماع فى قيام رمضان على قارى واحد"(۲۹)

(اس باب میں یہ بحث کرنا ضروری ہے کہ کیا چیز بدعت ہے اور کیا چیز بدعت نہیں ہے کیونکہ زیادہ تر لوگوں نے بہت سی مصالح مرسلہ کو بدعت قرار دیا ہے اور ان بدعات کو صحابہ کرام اور تابعین عظام کی طرف منسوب کیا ہے اور ان سے اپنی من گھڑت عبادات پر استدلال کیا ہے ۔ایک قوم نے احکام شرعیہ کے مطابق تقسیم کی ہے اور انہوں نے کہا کہ بعض بدعات واجب ہیں اور بعض مستحب ہیں۔ انہوں نے بدعت واجبہ میں قرآن کریم کی کتابت کو شمار کیا ہے اور بدعات مستحبہ میں ایک امام کے ساتھ تراویح کے اجتماع کو شامل کیا ہے۔)

امام شاطبیؒ مصالح مرسلہ اور بدعت حسنہ کے جواز کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

"وایضا فان المصالح المرسلۃ یرجع معناها الی اعتبار المناسب الذی لایشهد لہ اصل معین فلیس لہ علی هذا شاہد شرعی علی الخصوص ،ولا کونہ قیاساًبحیث اذا عرض علی العقول تلقتہ بالقبول۔ و هذا بعینہ موجود فی البدع المستحسنۃ،فانها راجعۃ الی امور فی الدین مصلحت فی زعم واضعهیا،فی الشرع علی الخصوص ۔واذا ثبت هذا فان کان اعتبار المصالح مرسلۃ حقا فاعتبار البدع المستحسنہ هق لانهما یجریان من واد واحد ،وان لم یکن اعتبار البدع حقا ،لم یصح اعتبار المصالح مرسلۃ"(۳۰)

(مصالح مرسلہ کا رجوع اس اعتبار سے مناسب کی طرف ہوتا ہے جس پر کوئی اصل معین شاہد نہیں ہوتی۔اس لحاظ سے اس پر کوئی دلیل شرعی بالخصوص نہیں ہوتی اور نہ وہ کسی ایک قیاس سے ثابت ہے کہ جب اسے عقل پر پیش کی جائے تو وہ اسے قبول کرے اور یہ چیز بعینہ بدعات حسنہ میں بھی پائی جاتی ہے کیونکہ بدعت حسنہ ایجاد کرنیوالوں کے نزدیک ان کی بنیاد دین اور باالخصوص شریعت کی کسی مصلحت پر ہوتی ہے اور جب یہ بات ثابت ہے تو مصالح مرسلہ اور بدعات حسنہ دونوں کا مآل ایک ہے اور دونوں برحق ہیں اور اگر بدعت حسنہ کا اعتبار صحیح نہ تو مصالح مرسلہ کا اعتبار بھی درست نہیں ہوگا۔)

علامہ شاطبیؒ بدعت حسنہ کے جواز پر مزید دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ان اصحاب رسول االله ﷺاتفقواعلی جمع المصحف ولیس تمَّ نص علی جمعہ وکتبہ ایضاً،بل قد قال بعضهم :کیف نفعل شیئاًلم یفعلہ رسول االله ﷺ فروی عن زید بن ثابتؓ قال:ارسل الی ابوبکرؓ مقتل (اهل)الیمامۃ،واذا عندہ عمرؓ ،قال ابوبکرؓ:(ان عمرؓ اتانی فقال): ان القتل قد استحر بقراءِ القرآن یوم الیمامۃ،وانی اخشی ان یستحر القتل بالقراءِ فی المواطن کلها فیذهب قرآن کثیر،وانی اری ان تامربجمع القرآن،(قال):فقلت لہ :کیف افعل شیئاًلم یفعل رسول االله ﷺ فقال لی:هوواالله خیر۔فلم یزل عمر یراجعنی فی ذلک حتی شرح االله صدری لہ ورائیت فی الذی رای عمرؓ"(۳۱)

(رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام قرآن کریم کو ایک مصحف میں جمع کرنے پر متفق ہو گئے حالانکہ قرآن کریم کو جمع کرنے اور لکھنے کے بارے میں ان کے پاس کوئی صریح حکم نہیں تھا۔ لیکن بعض نے کہا کہ ہم اس کام کو کیسے کریں جیسے رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا۔ حضرت زید بن ثابتؓ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مجھے بلایا جبکہ یمامہ والوں سے لڑائی ہو رہی تھی اور اس وقت حضرت عمر فاروقؓ بھی ان کے پاس تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے

کہا کہ حضرت عمرؓ میرے پاس آئے اور کہا کہ جنگ یمامہ میں قرآن پاک کے کتنے ہی قاری شہید ہو گئے ہیں اور مجھے ڈر ہے کہ قراء کے مختلف جگہوں پر شہید ہونے کی وجہ سے قرآن مجید کا اکثر حصہ جاتا رہے گا۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن مجید کے جمع کرنے کا حکم دیں۔ حضرت ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ سے کہا میں وہ کام کس طرح کر سکتا ہوں جسے رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا تو انہوں نے مجھے کہا خدا کی قسم یہ اچھا ہے پھر حضرت عمرؓ اس بارے میں مجھ سے بحث کرتے رہے یہاں تک کے اللہ تعالیٰ نے اس معاملے میں میرا سینہ کھول دیا۔ میں نے بھی وہ کچھ دیکھ لیا جو حضرت عمرؓ نے دیکھا تھا۔)

امام شاطبیؒ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جمع وتدوین قرآن کو بدعت حسنہ کی دلیل بناتے ہوئے نقل کرتے ہیں:

"قال زيد:فقال ابوبكرؓ :انک رجل شباب عاقل لانتهمک ،قدكنت تكتب الوحی لرسول الله ﷺ ،فتبع القرآن فاجمعہ ،قال زيد:فوالله لوكلفونی نقل جبل من الجبال ماكان اثقل علی من ذلک ،فقلت كيف تفعلون شيئاًلم يفعلہ رسول الله ﷺ فقال ابوبكرؓ:هووالله خير ،فلم يزل يراجعنی فی ذلک ابوبكرؓ حتی شرح صدی للذی شرح لہ صدورهما فتتبعت القرآن اجمعہ من الرقاع والعسب واللخاف ،ومن صدورالرجال ،فهذاعمل لم ينقل فيہ خلاف عن احد من الصحابة"(۳۲)

(حضرت زید کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ نے مجھے فرمایا آپ نوجوان آدمی اور صاحب عقل ودانش ہو اور آپ کی قرآن فہمی پر کسی کو اعتراض بھی نہیں اور آپ ﷺ آقا علیہ السلام کی وحی کو بھی لکھ لیا کرتے تھے۔ آپ قرآن مجید کو تلاش کر کے جمع کر دیں تو حضرت زید نے کہا خدا کی قسم اگر آپ مجھے پہاڑوں میں کسی پہاڑ کو منتقل کرنے کا حکم دیں تو وہ میرے لیے اس کام سے زیادہ مشکل نہیں ہے۔ میں کہا کہ آپؓ اس کام کو کیوں کر رہے ہو جسے آقا علیہ السلام نے نہیں کیا تو ابو بکرؓ نے کہا خدا کی قسم اس کام میں بہتری ہے ۔تو میں برابر حضرت ابو بکرؓ سے بحث کرتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ کھول دیا جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا سینہ کھولا تھا۔ پھر میں نے قرآن مجید کو کھجور کے پتوں، کپڑے کے ٹکڑوں ،پتھر کے ٹکڑوں اور لوگوں کے سینوں سے تلاش کر کے جمع کر دیا۔ یہ وہ عمل ہے جس پر صحابہ کرام میں سے کسی کا اختلاف نقل نہیں کیا گیا۔)

امام شاطبیؒ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ایک قراءت پر جمع کرنے کے متعلق لکھتے ہیں:

"حتی اذانسخوا الصحف فی لمصاحف،بعث عثمان فی كل افق بمصحف من تلک المصاحف التی نسخوها ،ثم امر بما سوی ذلک

من القراء ة فی کل صحیفۃ اومصحف ان یحرق،ولم یرد نص عن النبی ﷺ بماصنعوامن ذلک ،ولکنھم راوہ مصلحۃ تناسب تصرفات الشرع قطعا فان ذلک راجع الی حفظ الشریعۃ ،والامر یحفظھامعلوم ،والی منع الدریعۃ للاختلاف فی اصلھاالذی ھوالقرآن ،وقد علم النھی عن الاختلاف فی ذالک بما لا مزید علیہ ،واذا استقام ھذا الاصل فاحمل علیہ کتب العلم من السنن وغیرھا اذا خیف علیھا الاندراس،زیادۃ علی ماجاء فی الاحادیث من الامر بکتب العلم"(۳۳)

(حتی کے جب انہوں نے (لغت قریش پر) صحائف لکھ لیے تو حضرت عثمانؓ نے تمام شہروں میں ان مصاحف کو بھیجااور یہ حکم دیا کہ اس لغت کے سوا باقی تمام لغات پر لکھے ہوئے مصاحف کو جلادیا جائے۔حالانکہ ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کا کوئی حکم نہیں تھا لیکن انہوں نے اس اقدام میں ایسی مصلحت دیکھی جو تصرفات شرعیہ کے بالکل مناسب تھی کیونکہ قرآن کریم کو مصحف واحد میں جمع کرنا شریعت کے تحفظ کی خاطر تھااور یہ بات مسلم اور طے شدہ ہے کہ ہمیں شریعت کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے اور ایک لغت پر قرآن کریم کو جمع کرنااس لیے تھا کہ مسلمان ایک دوسرے کی قراءت کی تکذیب نہ کریں اور ان میں اختلاف پیدا نہ ہو اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ ہمیں اختلاف سے منع کیا گیا ہے اور جب یہ قاعدہ معلوم ہو گیاتو جان لو کہ احادیث اور کتب فقہ کو مدون کرنا بھی اسی وجہ سے ہے کہ شریعت محفوظ رہے۔علاوہ ازیں احادیث میں علم کی باتوں کو لکھنے کا بھی حکم ثابت ہے۔)

مندرجہ بالاحوالہ جات کی روشنی میں امام شاطبیؒ کا بدعت کے بارے میں موقف معلوم ہو جاتا ہے۔ بدعت کے حوالے امام شاطبیؒ کے درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

مصالح مرسلہ سے مراد یہ کہ زمانہ ماضی میں کسی کام کا زمانہ حال میں جاری رہنا جب تک کہ اس کام کے منع پر کوئی دلیل نہ ہو۔ مصالح مرسلہ پر کوئی معین شاہد نہیں ہوتی بلکہ مصالح مرسلہ ایسے قیاس کے زمرے میں داخل ہے کہ جب اس کو عقل کے پیمانے پر پرکھیں تو عقل سلیم اس کو قبول کرے، جبکہ بدعت حسنہ کی بنیاد اور اصل شریعت کی کسی مصلحت پر ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اگر مصالح مرسلہ درست ہے تو بدعت حسنہ کا اعتبار کرنا بھی درست ہے ورنہ اس کے برعکس ہو گا۔بدعت کی تقسیم احکام شرعیہ کے مطابق کی گئی ہے۔امام شاطبیؒ کے نزدیک بدعت کی درج ذیل اقسام سامنے آتی ہیں۔بدعت واجب، بدعت مستحب، بدعت حسنہ۔

امام شاطبیؒ کے نزدیک بدعت حسنہ کی دلیل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کا قرآن پاک کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے مشورے پر ایک کتاب کی شکل میں جمع کرنا ہے۔اسی طرح شیخ کے نزدیک دوسری دلیل حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کا صحابہ کرام کو ایک قراءت پر جمع کرنا ہے تاکہ لوگ ایک

دوسرے کی تکذیب نہ کریں۔ اسی طرح حدیث اور فقہ کی کتب کو مدون کرنا بھی بدعت حسنہ کے زمرے میں آتا ہے تاکہ شریعت محفوظ رہے۔ اس مذکورہ بالا بحث سے بدعت کی تین اقسام سامنے آتی ہیں۔

۱۔ بدعت واجبہ

امام شاطبیؒ بدعت واجبہ کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وہ کام جو اپنی ہیئت میں تو بدعت ہو لیکن اس کا وجود واجب کی طرح دین کی ضرورت بن جائے اور اسے ترک کرنے سے دین میں حرج واقع ہو جیسے قرآنی آیات پر اعراب، دینی علوم کی تفہیم کے لئے صرف و نحو کا درس و تدریس، اصول تفسیر، اصول حدیث، فقہ و اصول فقہ، دینی مدارس کا قیام، درس نظامی کے نصابات ان کی اصطلاحات اور قدریہ، جبریہ، مرجیہ، جہمیہ اور مرازائی وغیرہ کا رد "بدعات واجبہ" ہیں۔"(۳۴)

۲۔ بدعت مستحبہ

امام یحییٰ بن شرف نووی ۶۷۶ھ بدعت مستحبہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"جو کام اپنی ہیت اور اصل میں نیا ہو لیکن شرعاً ممنوع ہو نہ واجب، بلکہ عام مسلمان اسے ثواب اور مستحسن امر سمجھ کر کریں تو یہ بدعت مستحبہ کہلاتا ہے۔ اس کے نہ کرنیوالا گناہگار نہیں ہوتا لیکن کرنے والے کو ثواب ملتا ہے جیسے مسافر خانے، مدارس کی تعمیر، اور وہ اچھی بات جو پہلے نہیں تھی اس کا ایجاد کرنے، جیسے نماز تراویح کی جماعت، تصوف و طریقت کے باریک مسائل کا بیان، محافل میلاد، محافل عرس وغیرہ جنہیں عام مسلمان ثواب کی خاطر منعقد کرتے ہیں اور شرکت نہ کرنیوالا گناہگار نہیں ہوتا۔"(۳۵)

۳۔ بدعت حسنہ

بدعت حسنہ سے مراد وہ نیا عمل ہے جس کی اصل، مثال یا نظیر کتاب و سنت میں موجود ہو اور وہ احکام شریعت سے متخالف و متناقض نہ ہو بلکہ شریعت کے مستحسنات کے تحت داخل ہو۔

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ بدعت حسنہ کی تعریف اور تقسیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بدعت سے مراد ایسے نئے امور کا پیدا کیا جانا ہے جس کی مثال سابقہ دور میں نہ ملے اور ان امور کا اطلاق شریعت میں سنت کے خلاف ہو پس یہ ناپسندیدہ عمل ہے۔ اور بالتحقیق اگر وہ بدعت شریعت میں مستحسن ہے تو وہ بدعت حسنہ ہے اور اگر وہ بدعت شریعت میں ناپسندیدہ ہے ہو تو وہ بدعت سئیہ یعنی بری بدعت کہلائے گی اور اگر ایسی نہ ہو تو اس کا شمار بدعت مباحہ میں ہو گا۔ بدعت کو شریعت میں پانچ اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ وجب، مندربہ، محرمہ

، مکروہ اور حرام۔ "(۳۶)

خلاصہ بحث

ہر عمل کو اس طرز پر اور اس نقطۂ نظر سے نہیں دیکھا جاتا کہ یہ عمل حضور اکرام ﷺ کے زمانے میں ہوتا تھا یا نہیں اور بعد میں کب شروع ہوا بلکہ اس کو پرکھنے کے لئے ہمیں یہ امر سامنے رکھنے چاہیے کہ کسی عمل کی ہیت کبھی رسم ورواج پر منحصر ہوتی ہے اور کبھی وقت کی ضرورتوں اور تقاضوں پر مبنی ہوتی ہے۔ کبھی اس کام میں حکمت کارفرما ہوتی ہے اور کبھی کئی مصلحتیں اپنا کردار ادا کرتی ہیں۔ اگر کسی عمل کی اصل قرآن وسنت سے ثابت ہو جائے تو پھر وہ طعن وگمراہی یا گناہ وغیرہ نہیں رہتا اور اگر بالفرض محال قرآن سنت سے ثابت نہ بھی ہو لیکن اس سے قرآن وسنت کی مخالفت نہ ہوتی ہو تو پھر بھی وہ کسی قسم کی قباحت کا باعث نہیں بنتا اور نہ ہی اس پر طعن جائز ہے ۔کوئی بھی کام اس وقت تک ناجائز اور حرام قرار پاتا ہے جب وہ شریعت اسلام کے کسی حکم کی مخالفت کر رہا ہو اور اسے ضروریات دین سمجھ کر قابل تقلید ٹھہرالیا جائے یا پھر اسے ضروریات دین شمار کرتے ہوئے اس کے نہ کرنے والے کو گناہگار اور کرنے والے کو ہی مسلمان سمجھا جائے ،تو اس صورت میں بلاشبہ جائز اور مباح بدعت بھی ناجائز اور قبیح بن جاتی ہے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ شاطبیؒ ،ابو اسحاق ابراھیم بن موسیٰ، الموافقات فی اصول الشریعہ ، مترجم،عبدالرحمن گیلانی ،(لاہور ، پاکستان: مرکز تحقیق دیال سنگ ٹرسٹ لائبریری، ۱۹۹۳)، ج۱، ص۱۲

۲۔ ایضاً، ص۱۳

۳۔ ایضاً،

۴۔ ایضاً، ص۱۴

۵۔ ایضاً

۶۔ ایضاً، ص۱۵

۷۔ ایضاً،، ص۱۴

۸۔ اصفہانی، راغب، المفردات (مکہ مکرمہ ، سعودی عرب: مکتبہ نزار مصطفی الباز، ۱۴۱۸ھ)، ج۱، ص۴۹

۹۔ افریقی، ابن منظور، لسان العرب (بیروت، لبنان: دار صادر)، ج۸، ص۶

۱۰۔ الفراہیدی، خلیل احمد، العین (ریاض، سعودی عرب: دار الرشید للنشر)، ج۲، ص۵۴

۱۱۔ ابن فاس، معجم مقاییس اللغۃ (بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ)، ج۱، ص۲۰۹

۱۲۔ الزبیدی، محمد مرتضٰی حسینی، تاج العروس من جواہر القاموس (بیروت لبنان: دار الفکر، ۱۹۹۴ء)، ج۱۱، ص۸

۱۳۔ لوئس معلوف، المنجد فی اللغۃ (بیروت، لبنان: دار المشرق، ۱۹۷۳ء)، ص۲۹

۱۴۔ قرطبیؒ، محمد بن احمد، الجامع الاحکام القرآن (بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی)، ج۲، ص۸۷

۱۵۔ ابن حزم، علی بن احمد الاندلسی، الاحکام فی اصول الاحکام (فیصل آباد، پاکستان: ضیاء السنہ ادارۃ الترجمۃ والتعریف، ۱۴۰۴ھ)، ج۱، ص۲۷

۱۶۔ غزالی، محمد بن احمد، احیاء علوم الدین (قاہرہ، مصر: مطبعہ عثمانیہ، ۱۹۳۳ء)، ج۲، ص۳

۱۷۔ عبد السلام، عزالدین، قواعد الاحکام فی مصالح الانام (بیروت، لبنان: دار المعرفۃ، ۱۴۰۶ھ)، ج۲، ص۳۳۷

۱۸۔ نووی، یحیٰی بن شرف، شرح صحیح مسلم (کراچی، پاکستان: قدیمی کتب خانہ، ۱۹۵۶ء)، ج۱، ص۲۸۶

۱۹۔ ابن تیمیہ، احمد بن عبد العلیم، منہاج السنۃ (قاہرہ، مصر: مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق)، ج۴، ص۲۲۴

۲۰۔ البقرہ، ۲:۱۱۷

۲۱۔ الانعام، ۶:۱۰۱

۲۲۔ الاحقاف، ۴۶:۹

۲۳۔ الحدید، ۵۷:۲۷

۲۴۔ مسلم، ابن حجاج، صحیح مسلم، (مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مطبوعہ دار المغنی للنشر والتوزیع)، رقم الحدیث: ۱۷۱۸

۲۵۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع المسند الصحیح المختصر من الامور رسول اللہ، (بیروت، لبنان: دار ابن کثیر)، رقم الحدیث: ۲۶۹۷

۲۶۔ ایضاً، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۷۱۹

۲۷۔ ایضاً، مسلم، رقم الحدیث: ۱۰۱۷

۲۸۔ ایضاً، بخاری، الصحیح، رقم الحدیث: ۲۰۱۰

۲۹۔ شاطبیؒ، ابو اسحاق ابراھیم بن موسیٰ، الاعتصام، (بیروت، لبنان: دار المعرفۃ، ۱۹۸۲ء) ج۱، ص۱۱۱

۳۰۔ ایضاً، شاطبیؒ، ابو اسحاق ابراھیم بن موسیٰ، الاعتصام، ج۱، ص۱۱۱

۳۱۔ ایضاً، ص۱۵

۳۲۔ ایضاً،

۳۳۔ ایضاً،

۳۴۔ ایضاً، الاعتصام، ج۲، ص۱۱۱

۳۵۔ نووی، یحییٰ بن شرف، تہذیب الاسماء واللغات، (بیروت، لبنان: دار لکتب العلمیۃ)، ج۱، ص۲۲

۳۶۔ عسقلانی، ابن حجر، فتح الباری شرح صحیح البخاری، (لاہور، پاکستان: دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۱۰)، ج۴، ص۳۵۳